تحریکِ اسلامی کا کارکن

(سیّد اسعد گیلانی)

تحریکِ اسلامی اللہ کے بھیجے ہوئے نظامِ زندگی کو غالب و نافذ کرنے کے لیے پورے دینِ اسلام کو ایک مشن قرار دیتی اور اسے ایک عملی جدوجہد کی صورت میں لے کر اُٹھتی ہے۔ ایسی تحریک کے ساتھ کارکن کی حیثیت سے صرف وہی لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو اسلام پر دل سے ایمان رکھتے ہوں اور اسے غالب و نافذ کرنے کا مخلصانہ جذبہ اور داعیہ بھی رکھتے ہوں۔

اسلام کو غالب کرنے کا جذبہ و داعیہ ہر مسلمان میں ہو سکتا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، عالم ہو یا طالبِ علم، تاجر ہو یا ملازم، آزاد ہو یا غلام۔ بہرحال جس سینے میں بھی دینِ اسلام کی تڑپ ہوگی وہ ضرور دین کی سربلندی کی خاطر سپر ہو جانے کے لیے بیتاب ہوگا۔ اور وہ عمر کے جس دَور، یا زندگی کے جس دائرے میں بھی ہوگا، ضرور ہی اپنے مالک کے دیے ہوئے ہدایت نامے اور اپنے قبول کیے ہوئے دین کی اقامت کی خاطر تن من دھن سے اپنی استطاعت کی حد تک تگ و دو کرے گا۔ چنانچہ تحریکِ اسلامی کا کارکن وہی ہوتا ہے جو اسلام کے غلبے کے لیے کام کرے اور تحریک کے ساتھ مل کر کام کرے۔ جس مسلمان کے اندر یہ خوبیاں پائی جائیں وہ تحریکِ اسلامی کا کارکن ہی شمار ہوگا۔ چاہے وہ اپنے اس فرض کو مسجد میں خطبہ دے کر ادا کرے یا کسی درسگاہ میں طالب علموں یا اپنے ساتھیوں کے سامنے اپنے معیاری کردار سے اسلام کی نمائندگی کر کے ادا کرے۔ ہر صورت میں یہ کام اسلام کی خدمت ہی ہوگا، ان کوششوں کا تیر ایک ہی سمت میں جائیگا اور اقامتِ دین کی منزل کے ایک ہی نشانے پر لگے گا۔

تحریکِ اسلامی کا کارکن باطل کے بگاڑے ہوئے ماحول میں بڑی نمایاں شخصیت ہوتا ہے۔ اپنی اپنی جگہ پر وہ خوب جانا پہچانا اور شناخت کیا جاتا ہے، جس طرح کوئلوں کے ڈھیر میں روئی کا گالا پڑا ہوا صاف دکھائی دیتا ہے۔ لوگ اسے دُور سے پہچان لیتے ہیں اور دیکھ کر ہی بتا دیتے ہیں کہ وہ جا رہا ہے "تحریکِ اسلامی کا کارکن"۔ اسے اپنے نام و مقام کا تعارف کرانے کی ضرورت تو ہو سکتی ہے لیکن اپنے مسلک و مشن کا تعارف کرانے کی اسے کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ تحریک نے اگر معاشرے میں کچھ کام کر رکھا ہے اور لوگ تحریک کی علاماتِ شناخت سے روشناس ہیں تو پھر موافق و مخالف لوگ تحریک کے کارکن

کو بہت اچھی طرح شناخت کرتے ہیں۔ اس کو دیکھتے ہی تحریک اسلامی نظر آجاتی ہے اور اس کے بولتے ہی تحریک اسلامی بول پڑتی ہے۔

ایک میں تین شخصیتیں تحریکِ اسلامی کے ہر کارکن میں تین شخصیتیں بہت نمایاں ہوتی ہیں۔ مُسلم، مُبلّغ اور مجاہد کی صفاتی شخصیتیں۔

مُسلم وہ قول و فعل میں اُسی اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے جس کا وہ علمبردار ہے۔ اس کے لیے بس اتنا جان لینا ہی کافی ہوتا ہے کہ اس کے خدا کا اس کے لیے کیا حکم ہے اور اس کے رسولؐ نے اسے کیا ہدایت دی ہے۔ بس اس کے بعد اس کے لیے اطاعت میں چون و چرا کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔ وہ کھُلے دل و دماغ سے اللہ اور اس کے رسولؐ کا تابعِ فرمان ہوتا ہے۔ اسے جھکانے کے لیے بس اتنا ہی کہنا کافی ہوتا ہے کہ یہاں اللہ اور اس کے رسولؐ نے جھک جانے کا حکم دیا ہے، اور اسے کھڑا کر دینے کے لیے اتنا ہی بتا دینا کافی ہوتا ہے کہ وہاں خدا اور اس کے رسولؐ نے کھڑا رہنے کا حکم دیا ہے۔ وہ اُن کے حکم کا بندہ، اُن کا مطیعِ فرمان، اور اُن کے اشارے پر جان قربان کر دینے کا داعیہ اور حوصلہ رکھنے والا مستعد غلام ہوتا ہے۔ مسلم کی حیثیت سے کامل مطیع فرمان ہونے کی کیفیت تحریک اسلامی کے کارکن میں مختلف مدارج میں پائی جاتی ہے اور جس کارکن میں جس درجے میں یہ صفت پائی جاتی ہے اسی درجے میں وہ تحریک اسلامی کا اعلیٰ یا ادنیٰ کارکن ہوتا ہے۔ درحقیقت وہ پورے فہم و شعور کے ساتھ اسلام کو زندگی کا مشن بنائے ہوئے ہوتا ہے اور وہ صحیح معنوں میں ایک نظریے کا علمبردار اور شعوری مسلمان ہوتا ہے۔

مُبلّغ اس کے کردار میں دوسری شخصیت ایک مُبلّغ کی ہوتی ہے جو ہمہ وقت اور ہمہ پہلو گفتار و کردار سے تبلیغِ دین کا کام کرتا رہتا ہے۔ تبلیغِ دین کے لیے اس کے اوقات مقرر نہیں ہوتے۔ کوئی خاص مقامات متعین نہیں ہوتے۔ کچھ خاص افراد ہی قابلِ تبلیغ نہیں ہوتے۔ بلکہ موقع و محل اور حکمت و ضرورت کا اہتمام کرتے ہوئے تحریک اسلامی کا کارکن ایک ہمہ پہلو، اور ہمہ وقتی مُبلّغ ہوتا ہے۔ تبلیغ کے لیے مقرر یا ادیب ہونا بھی شرط نہیں ہوتا بلکہ خود بولنے کی عمدہ صلاحیت رکھنا بھی قطعاً لازم نہیں ہوتا۔ ایک گونگی عورت اگر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کے اعلان و اظہار کے لیے آسمان کی طرف خاموشی سے انگلی اُٹھا دیتی ہے تو اس کی یہ حرکت بھی اعلانِ توحید اور تبلیغِ الوہیت میں شمار ہوتی ہے۔ مُبلّغ اپنی ہر حرکت سے اپنی تحریک اور مشن کے حق میں تبلیغ کرتا ہے۔ اس کا اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، بات چیت، لوگوں سے معاملات اور لین دین، دکھ درد میں شرکت اور ہمدردی و خیر خواہی غرض تبلیغ کی ہزار حکمتیں ہزار شاخیں اور ہزار انداز ہیں اور ہر انداز اپنے اندر خوبی و رعنائی رکھتا ہے۔ بعض اوقات مُبلّغ اپنے صرف حُسنِ اخلاق اور میٹھے بول سے ہی دلوں کی فصل

کاٹ لے جاتا ہے۔

سپاہی (مجاہد) تحریکِ اسلامی کے کارکن کے کردار میں پوشیدہ تیسری شخصیت ایک سپاہی (مجاہد) کی ہوتی ہے۔ وہ ایک مستعد، چاق و چوبند ہمہ وقت تیار اور تحریک کی ضرورت پر اُٹھ کر چل پڑنے والا شخص ہوتا ہے۔ عذرات اس کے دامن کو نہیں روک سکتے جس طرح کوئی عذر اسے نماز سے باز نہیں رکھ سکتا۔ وہ اپنے فریضے کو ادا کرنے کے لیے اپنی ساری مساعی صرف کرتا ہے۔ اس میں ایک سپاہی کی سی مستعدی، پابندیٔ نظم، توانائی و قوتِ کار، فرض شناسی، پھرتی، اطاعتِ امر اور حاضر باشی ہوتی ہے۔ وہ ایک عاشقِ جانباز کی مانند اپنے مشن کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے۔ وہ اپنی جان کو صرف خدا کی امانت سمجھتا ہے اور خدا کی راہ میں اس کا ایثار و قربانی کا جذبہ اور اس راہ میں آگے بڑھنے کے لیے اس کی فوری تیاری خود بتاتی ہے کہ وہ اپنے مشن کا ایک جانثار سپاہی ہے۔

میرے نزدیک ان تین شخصیتوں کو اگر ایک فرد میں جمع کیا جائے تو اس سے تحریکِ اسلامی کا کارکن وجود میں آتا ہے۔

دو امانتوں کا امین تحریکِ اسلامی کا کارکن اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے پاس اللہ کی دی ہوئی امانتوں میں سے دو سب سے بڑی امانتیں ہیں:

اسلام اور زندگی۔ اور ان دونوں عظیم امانتوں میں سے بھی وہ پورے شعور کے ساتھ جانتا ہے کہ ترجیح کسے حاصل ہے۔ وہ زندگی بچانے کی خاطر اسلام کو قربان کرنے پر کبھی تیار نہیں ہو سکتا لیکن اسلام کو بچانے اور پھیلانے کے لیے وہ زندگی قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ اس طرح اس کا مقصدِ زیست صرف اسلام کی سربلندی ہوتا ہے، دوسرا کوئی مقصد بھی اسلام کی سربلندی سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتا۔ اس لیے وہ اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر انداز میں اسلام کی خدمت اور غلبے کے لیے ہی صرف کرتا ہے۔

اسلام کی خدمت کے لیے اس کی سب سے پہلی ضرورت تو اسلام کا وہ فہم و شعور اور علم و آگاہی ہے جس کے بغیر انسان اپنی پسند و ناپسند کو خدا اور رسولؐ کی پسند و ناپسند کے مطابق نہیں کر سکتا۔ اپنی دیگر تمام مصروفیات کے ساتھ اسے اسلام کے نظامِ زندگی سے ضروری اور کافی آگاہی مطلوب ہوتی ہے اور اپنی اسلامی شخصیت اور روح کی اس ضرورت کو وہ اسی تندہی اور توجہ سے پورا کرتا ہے جس طرح وہ اپنے جسم کی دیگر ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ کیونکہ جسم اگر اپنی ضروریات حاصل کیے بغیر زندگی کا راستہ طے نہیں کر سکتا تو روح بھی اپنی مطلوبہ ہدایت کی روشنی حاصل کیے بغیر راہِ ہدایت پر گامزن نہیں رہ سکتی۔

ذوقِ بلند | بلندیٔ ذوق تحریکِ اسلامی کے کارکن کی خصوصیت ہے۔ جو شخص دنیا میں نظریات کے جنگل میں سے صرف اسلام کو ہی اپنے لیے مقصدِ زندگی کے طور پر قبول کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات کو ہی اپنے لیے سرچشمۂ ہدایت تسلیم کرتا ہے اور دُنیا کے عیش و طرب اور نفسانیت کی لذّات میں سے ایک صاف ستھری سیدھی سادہ پاکیزہ اسلامی زندگی کو ہی اپنے لیے لائحۂ عمل کے طور پر قبول کرتا ہے وہ لازماً ایک بلند ذوق رکھنے والا انسان ہے۔ اس کی شان سے یہ بات فروتر ہے کہ وہ تحریکِ اسلامی کے ساتھ چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی کمزوریوں کو اپنے لیے مثال بنائے اور ان کی خوبیوں سے صرفِ نظر کرے۔ وہ تو باغِ انسانیت میں پھولوں کی پسند رکھنے والا انسان ہے اور انسانیت کا سدا بہار پھول صرف نیکی بھلائی اور عملِ صالح ہے۔ وہ تو اپنے ساتھیوں کی اخلاقی کھیتی میں سے کانٹے چھوڑ دے گا اور پھول چن چن کر اپنی زندگی کا گلدستہ تیار کرے گا۔ یہی چیز ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ:

"دُنیا کے معاملات میں اپنے سے نیچے کی طرف اور دین کے معاملات میں اپنے سے اوپر کی طرف دیکھو"۔

یعنی جو ساتھی دین کے اتباع اور پیروی میں سب سے بڑھ کر ہے جس کے اخلاق میں حسن و خوبی زیادہ درخشاں ہے اسی کو اپنے لیے بطور مثال قبول کرنا اسلامی تحریک کے کارکن کے ذوقِ بلند کے شایانِ شان ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی خوبیاں کو اپنے اندر جذب کر کے اپنے گلدستۂ اخلاق کو سب سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے اور جس قدر اس میں کامیاب ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ تحریک کا اچھا کارکن بنتا چلا جاتا ہے پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ خود بھی اپنے ساتھیوں کے سامنے اپنے کردار کی اعلیٰ مثال پیش کرے۔ ہر دور کی تحریک اسلامی کے کارکنوں نے اپنے پیچھے اعلیٰ مثالیں چھوڑی ہیں۔ ایثار و قربانی کی مثالیں۔ تکلیف میں صبر و استقامت کی مثالیں۔ جان فروشی کی مثالیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کی مثالیں۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں کی مزاحمت کی مثالیں۔ یہ مثالیں ہر تحریک کا سرمایہ ہوتی ہیں اور بعد میں آنے والی تحریکوں کے لیے اپنی پیش رو تحریک کی یہ بہترین زندہ وراثت ہوتی ہے جس سے لوگ جذبہ، فہم، قوتِ کار اور تقویت حاصل کرتے ہیں۔ تحریکِ اسلامی کے اعلیٰ کارکن کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے سامنے قول و فعل و کردار کی اعلیٰ مثال قائم کرتا ہے اور تحریک میں جہاں جہاں اعلیٰ مثالیں موجود ہوتی ہیں ان سے بہترین استفادہ کرتا ہے۔

فہم و بصیرت و شعور | تحریکِ اسلامی کا کارکن ایک باشعور انقلابی کارکن ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کس چیز کے خلاف برسرپیکار ہے اور کس چیز کا جاں نثار ہے۔ وہ کس شے کو ختم کرنا چاہتا ہے اور کس کو اُبھار کر سامنے لانا چاہتا ہے۔ وہ بیک وقت دینی، اخلاقی، انقلابی اور سیاسی ذوق رکھنے والا شخص ہوتا ہے۔ عبادات میں اس کے دینی ذوق کا واضح اظہار ہوتا ہے۔ معاملات میں وہ اخلاقی حدود کی پوری پوری پاس داری کرتا ہے۔ باطل نظام کے مقابلے اور اسلامی نظام کو لانے

میں مخالص غیر مصالحانہ انقلابی طرزِ عمل اختیار کرتا ہے، اور تحریک کو آگے بڑھانے اور اس کے لیے مختلف تدابیر سوچنے میں وہ سیاسی حکمتِ عملی سے بھی پوری طرح بہرہ ور ہوتا ہے۔ وہ کسی شیخِ طریقت کا اندھا مقلد نہیں ہوتا جو محض ایک طلسمِ خیال میں مبتلا ہو۔ وہ چشمِ بینا اور ذہنِ بیدار کے ساتھ نشاناتِ منزل کی شناخت کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں مسافر ہوتا ہے۔ وہ اس بات کا قائل نہیں ہوتا کہ

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسمِ منزلہا

نہ وہ کسی شیخ طریقت کے اشارے پر اپنی جا نماز شراب میں ڈبونے کے لیے تیار ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ جس کی وہ نماز پڑھتا ہے اس نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور نہ وہ اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ آنکھیں بند کرکے پیرِ طریقت کی انگلی پکڑے بچے کی طرح چلتا چلا جائے، اس لیے کہ پیرانِ طریقت میں بعض "معلمانِ ملکوت" بھی ہوتے ہیں جو انسان کو تجریدی کا نشہ پلا کر اسے اپنی نفسانی اغراض کے طلسمِ ہوشربا میں گم کر دیتے ہیں۔ وہ اسلامی حکومت کی وفادار رعایا کی طرح ایک بیدار مغز فرد ہوتا ہے جو منبر پر قدغن کا حکم سُن کر خلیفۂ وقت کو بھی ٹوک سکتا ہے اور اپنے رہنما کی رہنمائی ہمیشہ کتاب و سنت کے پیمانے سے ناپتا رہتا ہے۔ ایسا ہی کارکن کسی اسلامی تحریک کا وہ ہوشمند سرمایہ ہوتا ہے جو تحریک کو غلط موڑ مُڑ جانے اور غلط راہیں اختیار کر لینے سے بچا سکتا ہے۔ وہ ہمیشہ آگے چلنے والے کی راہنمائی و اطاعت، معروف کی شرط اور فہم و شعور کی کسوٹی کے ساتھ ہی قبول کرتا ہے۔

محاسبۂ نفس | تحریکِ اسلامی کا کارکن ہمیشہ اپنے محاسبۂ نفس کا اہتمام کرتا ہے۔ وہ بیرونی روک ٹوک سے پہلے اپنا جائزہ خود لیتا رہتا ہے۔ اپنے حقیقی مالک کے ساتھ اپنے تعلق کو خود ناپتا رہتا ہے۔ اپنے مشن کے ساتھ اپنی وفاداری اور کارکردگی کو خود تولتا رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے خود سوال کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے مقصدِ زندگی کے لیے کس قدر ایثار و قربانی کر رہا ہے اور جس تحریک کو اس نے اپنی زندگی کا راستہ قرار دیا ہے اس راستے پر اس کے قدم کس رفتار سے آگے بڑھ رہے ہیں؟ اپنے ساتھیوں سے اس کے تعلقات کیسے ہیں؟ اپنے رفقاء سے اس کی رفاقت کا کیا حال ہے؟ اپنے قول کے مقابلے میں اس کے فعل و عمل کا کیا تناسب ہے؟ جن کو اس نے اپنا ساتھی بنایا ہے ان سے رفاقت کے تقاضے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا اس نے کتنا اہتمام کیا ہے؟ جس بات کو وہ سچا سمجھتا ہے اس کے پھیلانے میں اس کی کتنی قوت صرف ہوتی ہے؟ جس شے کو وہ غلط قرار دیتا ہے اس سے بچنے کا اہتمام وہ خود کتنا کرتا ہے؟ غرض اپنے ضمیر کے سامنے یا تو وہ سُرخرو ہے یا مجرم۔ اگر مجرم ہے تو کس بات کا مجرم ہے اور اس جرم سے بچاؤ کا اس نے کیا اہتمام کیا ہے؟ محاسبۂ نفس

تحریک اسلامی کے کارکن کے لیے ایک داخلی پیمانے اور ترازو کا کام دیتا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو تول کر دیکھ سکتا ہے کہ اس کا وزن تحریک کے پلڑے میں کس قدر ہے۔ اس وزن کی کمی بیشی کے بارے میں جس صفائی، وضاحت اور انصاف کے ساتھ اس کا اپنا ضمیر اسے بتا سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں بتا سکتا اور اسی کا اہتمام اسے تحریک کے لیے ایک مفید اور مؤثر کارکن بننے میں مدد دے سکتا ہے۔

منصوبہ بند اور منضبط کام تحریک اسلامی کا کارکن جس تصورِ حیات کا قائل ہے اس کے لحاظ سے اس کا گزرتا ہوا ہر لمحہ اور اس کا کیا ہوا ہر کام خدا کے سامنے ناپا اور تولا جائے گا۔ اس احساس کی بنا پر وہ اپنے اوقات اور قوتوں کو بہترین انداز میں صرف کرتا ہے۔ جو قوت بھی اللہ نے اسے دی ہے وہ اسے اللہ کی راہ میں ضرور صرف کرتا ہے۔ تحریر و تقریر کی قوت، گفتگو اور مذاکرے کی صلاحیت، جسم و جان کی توانائی، علم و تدبیر کا ذخیرہ، اور مال و اسباب کے ذرائع سب کچھ وہ بہترین انداز اور ترتیب سے اپنے مقصدِ حیات کے لیے کام میں لاتا ہے تاکہ اس کی کوئی قوت بھی ضائع نہ ہو، نہ بیکار رہے اور نہ بے موقع صرف ہو۔

وہ ذہنی یکسوئی سے کام کرتا ہے، تقسیمِ کار کے اصولوں کو سامنے رکھتا ہے۔ وقت کی پابندی کا لحاظ رکھتا ہے۔ کام کی مقدار اور وقت کی وسعت کو ملحوظ رکھتا ہے اور اپنا کام اس طرح سرانجام دیتا ہے کہ کم سے کم وقت میں بہتر سے بہتر کام سرانجام پاسکے اور وقت کو اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ سارے ضروری کام بروقت اور خوبی کے ساتھ انجام پاتے رہیں اور اس کی قوتوں کی کوئی رمق اور اس کے اوقات کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔

بارآور درخت کے مانند تحریکِ اسلامی کا ایک اچھا کارکن ایک بارآور درخت کے مانند ہوتا ہے جس سے تحریک ثمر حاصل کرتی رہتی ہے۔ وہ معاشرے میں نفوذ کر کے اپنے دائرۂ کار میں اپنے ساتھی تلاش کرتا رہتا ہے۔ اِصلاح کا عمل ایک خاموش مشین کی طرح اس کے ذریعے بروئے کار آتا رہتا ہے۔ وہ جب تحریک سے وابستہ ہوتا ہے تو اپنے دائرۂ اثر میں اس کے اثرات پھیلنے لگتے ہیں۔ لوگ اس سے متاثر ہو کر تحریک کی طرف آتے رہتے ہیں۔ بیسیوں لوگ ہوتے ہیں جو اس کے ذریعے اپنی آمد کا اعلان و اعتراف کرتے ہیں۔ اس کی زندگی سے سبق سیکھتے ہیں۔ اس کے طرزِ عمل سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی گفتگو سے تحریک کے نصب العین کے قائل ہوتے ہیں۔ اور اس کا ہاتھ تھام کر تحریک کی کشتی میں سوار ہو جاتے ہیں۔ یہی اس کے بارآور ہونے کی علامت ہے کہ وہ ایک باغ کے ثمردار درخت کی طرح تحریک کے دامن میں اپنے پھل مسلسل ڈالتا چلا جاتا ہے۔

اخلاق کے عمومی خدوخال تحریکِ اسلامی کا کارکن ایک خوش اخلاق، خوش اطوار، خوش گفتار، اور خوش طبع آدمی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہی خوبیاں اسے معاشرے میں نفوذ اور اصلاحِ افراد کے کام میں مددگار ہو سکتی ہیں۔ بدمزاج،

غصہ ور، علیحدگی پسند، چڑچڑا اور آتش مزاج آدمی تحریک میں مفید کارکن ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ رابطہ و تعلق میں یہ چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں۔ کارکن کے اندر دلنوازی کی صفت بدرجۂ اتم موجود ہونی چاہیے۔ یہ نہ ہو تو ساتھیوں کو باہم جوڑنے والا مسالہ فراہم نہیں ہوتا۔ ایسا نہ ہو کہ

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیرِ کارواں میں نہیں خوئے دلنوازی

خوئے دلنوازی کے بغیر تحریکیں چلانا بھی مشکل ہوتا ہے اور چل پڑیں تو انہیں سمیٹ اور جوڑ کر باہمی پیوست رکھنا اور زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کارکن کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مختلف علوم حاضرہ سے مناسب حد تک آگاہ ہو، تاکہ ہر نوعیت کے مخاطب سے وہ دعوتِ اسلامی کا تعارف کرا سکے اور مختلف نوعیت کی ذہنی الجھنوں کو صاف کر سکے۔ اسے پُراعتماد اور حق پرست ہونا چاہیے تاکہ اس کی شخصیت مخاطب پر اثر انداز ہو سکے، اس کی حق پرستی سے لوگ پورے پورے غیر جانبدارانہ طرزِ عمل اور انصاف کی توقع رکھ سکیں، اور کسی بے جا عصبیت اور ہٹ دھرمی میں مبتلا انسان محسوس نہ کریں۔ اسے بے جھجک اور بے لاگ بھی ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ خندہ رُو اور خوش خُلق بھی تاکہ اس کی طبیعت کی خشکی اور یبوست دعوت سے متاثر ہو کر قریب آنے والوں کو دُور نہ جھٹک دے۔ اسے ہمدرد اور خیر خواہ ہونا چاہیے اور اس کی خیر خواہی اس کی بات چیت، طرزِ عمل اور برتاؤ سے واضح طور پر محسوس ہونی چاہیے۔ ان خوبیوں سے وہ اپنے مخالف کے دل میں گھسنے کا راستہ بنا سکتا ہے۔ اس لیے کہ دل کا دروازہ وہ سنگین دروازہ ہے جسے باہر کی طرف سے کسی بڑی سے بڑی ضرب سے بھی کھولا نہیں جا سکتا جب تک کہ اندر کا مکین آنے والے مہمان کی خوبی سے متاثر ہو کر خود آگے بڑھ کر اس کے لیے اندر کی کنڈی نہ کھول دے۔

اس کے علاوہ اسے اپنے ساتھیوں کے بارے میں سُوءِ ظن سے بھی بچنا چاہیے، جب تک کہ بدظنی کی کوئی ٹھوس وجہ موجود نہ ہو۔ اور اگر ایسی وجہ موجود بھی ہو تو اس کی غیر حاضری میں اس کا ذکر اور چرچا کرنے سے حتی الوسع پرہیز کرنا چاہیے اس لیے کہ پیٹھ پیچھے کی بات پیٹھ میں خنجر گھونپنے سے زیادہ بڑا گھاؤ لگانے والی چیز ہوتی ہے۔ اپنے ساتھیوں کو تحفہ و ہدیہ کا اہتمام بھی دلوں کو جوڑتا ہے اور ان کے بارے میں نیک گمان اور اعتماد بھی باہمی تعلقات کو مضبوط بناتا ہے۔ باہمی تعلقات میں کسر و انکسار کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ اس لیے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کسی حق پرستی کا نام نہیں ہے جس سے انسان نئے ساتھی بنانا تو درکنار پُرانے ساتھیوں تک کو قربان کر بیٹھتا ہے۔ اپنے رفقاء اپنے دوست ہی ہوتے ہیں اور دوستوں کو اپنے ساتھ جوڑے رکھنے کا بہترین ذریعہ رفاقت اور دوستی کا تعلق ہی ہے۔ محض ضابطہ کا تعلق تو ایک

ایسا کچا تاگہ ہوتا ہے جو جذبات کے ذرا سے کھنچاؤ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ جو لوگ صرف ضابطے کے سہارے تحریکیں چلاتے ہیں وہ کبھی اپنے ساتھیوں کو سنبھال اور سمیٹ کر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ حضور کا طرزِ عمل اپنے ساتھیوں سے اخوت، محبت، شفقت، احسان اور مہر و وفا کا طرزِ عمل تھا نہ کہ محض ضابطے کا تعلق۔ ضابطے کے تعلقات سے نہ انقلابی قربانیاں دی جا سکتی ہیں اور نہ انقلابی کارنامے سرانجام پا سکتے ہیں۔ سلطان باہو نے دل کی دنیا کے بارے میں کیا خوب بات کہی ہے۔

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہُو

جو کارکن اپنے ساتھیوں کو اپنی مٹھی میں سمیٹنے میں ناکام رہ جاتا ہے اور جو ساتھی اپنے ساتھیوں کے دلوں میں جھانک کر ان میں اٹھنے والی لہروں کو نہیں پہچان سکتا وہ خود بھی ناکام رہتا ہے اور اس کے ساتھی بھی اپنا حقِ رفاقت ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ باہمی تنبیہ و محاسبہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے جو تحریک کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو تحریک میں خرابیاں پرورش پاتی رہتی ہیں اور آخر کار پوری تحریک کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ لیکن یہ کام نہ دشمنی نکالنے کے لیے کرنا چاہیے اور نہ دشمنی پیدا کرنے کے لیے ہونا چاہیے، بلکہ اس کا مقصد تو باہمی خیر خواہی اور بگاڑ کی اصلاح ہے۔ جو محاسبہ اور احتساب خرابی پیدا کرے وہ حکمت سے خالی ہے، اور جو تنقید ساتھیوں کو توڑنے کا کام کرے وہ قصائی کا چھرا اور قصاب کا بغدا ہے۔ حدیثِ رسول کی رو سے مومن کو مومن کا آئینہ ہونا چاہیے۔ اور آئینہ کا کام بلا کم و کاست اور بلا تبصرہ و طعن حقیقت کو سامنے رکھ دینا ہے۔ اس کام میں آئینہ پیشانی پر بل تک نہیں لاتا۔ اور نہ آئینہ میں اپنی صورت پر کوئی داغ دیکھنے والا اُلٹا آئینے ہی پر بگڑ بیٹھتا ہے۔ دوسروں کی غلطیوں کو ہنا پھر سمیٹنا اور پھر ان کو پھیلا اور پھیلا کر ان کا چرچا کرنا تحریک کو کانٹوں میں گھسیٹنے اور اس کی روح کو مضمحل کر دینے کے مترادف ہے۔ اور اپنی غلطی کی نشان دہی پر مشتعل ہو جانا بھی تحریک کے لیے کچھ کم تباہ کن نہیں ہے۔ اسی طرح تعلقات میں باہمی کسر و انکسار کا معاملہ ہے۔ اپنے ساتھی کے لیے جھک جانا اور اس کی رعایت کرتے ہوئے اس کا کچھ بوجھ برداشت کر لینا باہمی پیوستگی کے لیے نہایت لازمی ہے۔ ایک ساتھی ایک وقت دوسرے کی بات برداشت کرے گا تو دوسرا بھی کسی دوسرے وقت اس کی بات برداشت کرے گا۔ اس طرح باہمی برداشت تحریک کے اندر ایک روایت کے طور پر چل سکتی ہے۔ یہ کوئی یکطرفہ ٹریفک نہیں ہے۔ اسی طرح باہمی تعلقات کو کاغذی اور ضابطے کے تعلقات سے آگے بڑھا کر انہیں حقیقی زندہ تعلقات کی صورت میں استوار کرنے سے ہی پائدار رفاقت وجود میں آتی ہے۔ کسی کے دکھ میں شرکت، کسی کے غم میں غم گساری،

کسی کی شادی میں شرکت، کسی کی بیماری میں عیادت، کسی کو ہدیہ، اور کسی کو پیغامِ خیریت، غرض ایک زندہ تعلق جو ایک برادری کے افراد میں ہوتا ہے، وہی تحریک کے لیے پائدار زندگی کی ضمانت ہے۔

کتاب و کاغذ سے کوئی مضبوط رشتے استوار نہیں ہوتے، بلکہ عمل و کردار سے رشتے قائم ہوتے ہیں۔ کتابیں الماری میں اکٹھی رہ کر بھی علٰحدہ رہتی ہیں اور انسان علٰحدہ گھروں میں رہ کر بھی ایک دوسرے کے دل کے قریب رہ سکتے ہیں۔ پائدار رفاقت تعلقات کی رفاقت ہی ہوتی ہے، ورنہ لوگ بچھڑتے ہیں تو باہمی شناخت و پہچان سے بھی عاری ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تحریک اسلامی کا کارکن اپنے دور میں معاشرے کا ایک نہایت ہی قیمتی فرد ہوتا ہے اور جب وہ ایک نصب العین کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے تو اس کی گاڑی کو اپنی پوری قوت سے کھینچتا ہے اور اس کی کشتی کو اپنے بازوؤں کی پوری توانائی کے ساتھ بادِ مخالف کے پیدا کردہ گردابوں سے اعلائے کلمۃ الحق کی ہمت و جرأت کے ساتھ نکال لے جاتا ہے۔ ایسے کارکن اگر تھوڑی مقدار میں بھی کسی اسلامی تحریک میں جمع ہو جائیں تو وہ تاریخِ دعوت و عزیمت کا سرمایہ بن جاتے ہیں، اور اگر بڑی تعداد میں میسر آجائیں تو تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑ کر اسے اپنے انقلاب کی منزل تک لے جانے میں ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں

بقیہ اشارات:

جس طرح کہ دوسرے فرمانرواؤں کی گئی تھی۔ پھر ہم اس بات کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تحریک آزادی فلسطین کی باقی چار تنظیموں کے رہنماؤں کو جو یاسر عرفات کی تنظیم سے کسی طرح کم مؤثر نہیں، کن مصالح کے تحت نظر انداز کر دیا گیا